(۳۵)

(فرمودہ ۹۔ ستمبر ۱۹۴۵ء بمقام راشمی۔ ڈلہوزی)

انسانی زندگی کے ہر فعل کے مختلف نظریے ہوتے ہیں اور ایک ہی فعل کو مختلف نظریوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ کسی نظریے سے وہ فعل خوشی کا موجب ہو جاتا ہے اور کسی نظریے سے وہ فعل رنج کا موجب ہو جاتا ہے۔ موت ہو' حیات ہو' کامیابی ہو' ناکامی ہو یہ سب کے سب امور ایسے ہیں کہ خواہ وہ دنیا میں بہترین خوشیوں کے نمونے سمجھے جاتے ہوں اور خواہ وہ دنیا میں رنج و الم کے نمونے سمجھے جاتے ہوں انسان ان کے متعلق محسوس کر سکتا ہے اور محسوس کروا سکتا ہے۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ بنو عباس[1] کے زمانہ میں ایک بزرگ کو بادشاہ کی طرف سے حکم ملا کہ آپ کو تمام حکومت اسلامی کا قاضی القضاۃ مقرر کیا جاتا ہے۔ اسلامی حکومت کا یہ عہدہ انگریزی حکومت کے لحاظ سے لارڈ چانسلر کے برابر ہے اور لارڈ چانسلر کا عہدہ اس قسم کا ہے کہ بعض لحاظ سے اسے وزارتِ عظمٰی سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ پرائم منسٹر خواہ بیس سال تک کام کرے اس عہدہ سے علیحدہ ہونے پر اس کے لئے کوئی پنشن مقرر نہیں ہے لیکن لارڈ چانسلر خواہ تھوڑا عرصہ کام کرے اسے اس عہدہ سے علیحدہ ہونے پر پانچ ہزار پاؤنڈ سالانہ پنشن دی جاتی ہے۔ جب اس بزرگ کو قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا تو ان کے چند دوست انہیں مبارک دینے کے لئے گئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے دوست کو بہت بڑا عہدہ دیا گیا ہے ساری جوڈیشری (JUDICIARY) ان کے ماتحت کر دی گئی ہے اور ساری حکومت اسلامیہ کے آپ قاضی القضاۃ مقرر کئے گئے ہیں اس لئے ان کے نقطہ نگاہ سے یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ وہ اپنے دوست پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ہم بھی آپ کی خوشی میں شریک ہیں ان کو مبارک دینے کے لئے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور سخت گھبراہٹ کے آثار ان کے چہرہ پر نمایاں ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا ہے آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اور ساتھ ہی بتایا کہ ہم تو اس خوشی کی خبر پر مبارکباد عرض کرنے کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ آپ کو یہ بات خوشی کا باعث معلوم ہوتی ہے اور آپ اسے مبارک باد کے

قابل سمجھتے ہیں مگر مجھے یہ بہت بڑی مصیبت نظر آتی ہے کیونکہ مجھے سارے عالم اسلامی کے فیصلے کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ فرض کرو میرے پاس دو شخص جھگڑا لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اس شخص نے مجھ سے روپیہ لیا تھا لیکن اب واپس نہیں کرتا۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں نے اس سے روپیہ لیا ہی نہیں اور ہر ایک ان میں سے ثبوت پیش کرتا ہے۔ اب ان دونوں کو معلوم ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ جو کہتا ہے کہ میں نے اسے روپیہ دیا ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے دیا ہے یا نہیں اور جو کہتا ہے کہ میں نے لیا ہی نہیں وہ بھی جانتا ہے کہ اس نے لیا ہے یا نہیں مگر مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر گویا دو بیناؤں کی راہ نمائی کے لئے ایک نابینا شخص مقرر کر دیا گیا ہے۔ ایسے جھگڑے ہر روز میرے سامنے پیش ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلط فیصلہ کروں اور ان غلط فیصلوں کی اللہ تعالیٰ کے حضور مجھ سے جواب طلبی ہو۔ پس مجھ سے بڑھ کر اور کون قابل رحم ہو گا۔ [۲] اسی نقطہ نگاہ کے ماتحت حضرت امام ابو حنیفہؒ نے قاضی کا عہدہ جو حکومت کی طرف سے پیش کیا گیا تھا لینے سے انکار کر دیا۔ حکومت ان کے انکار کی وجہ سے سخت ناراض ہوئی حتّٰی کہ ان کو سزا بھی دی گئی لیکن انہوں نے کہا کہ اس عہدہ کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے مجھ میں طاقت نہیں اور میں اپنے آپ کو اس عہد کے قابل نہیں پاتا۔ [۳] یہی وہ عہدے ہیں جن کے لئے لوگ بے انتہا کوششیں کرتے ہیں اور وہ لوگ جو دنیوی اعزاز کے خواہاں ہوتے ہیں ایسے عہدوں کو بڑا سمجھتے ہیں اور انہیں حاصل کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق اختیار کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس دنیوی زندگی پر اُخروی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں ان کے سپرد جب کوئی اہم کام کیا جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے بجائے خوش ہونے کے گھبرا جاتے ہیں کہ ہم اس کو کماحقہ ادا کر سکیں گے یا نہیں اور ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کوتاہی کی وجہ سے ہم خدا تعالیٰ کے مجرم ٹھہریں۔ تو نقطہ نگاہ کے بدلنے سے احساسات کی ماہیت بدل جاتی ہے۔ ایسے ہی ایک اور نقطہ نگاہ ہے اور وہ ایک تاریخی واقعہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ کا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد جب اسلام کو فتوحات حاصل ہوئیں اور غیر ملکوں کا تمدن عرب میں داخل ہونا شروع ہوا اُس وقت عرب میں یا تو ایسی چکیاں تھیں جن کے ذریعہ موٹا آٹا پیسا جاتا تھا یا غریب لوگ پتھروں پر گندم کو کوٹ کر آٹا نکال لیتے تھے۔ صحابہ چونکہ کفار کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے، جائدادیں چھوڑ چکے تھے، گھروں سے بے گھر ہو گئے تھے ان کے پاس بھلا چکیاں کہاں۔

رسول کریم ﷺ کے گھر میں جو آٹا پکا کرتا تھا وہ بھی بہت موٹا ہوتا تھا۔ جب مدینے میں ہوائی چکیاں لگیں اور میدے کی طرح کا آٹا پسنا شروع ہوا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پہلا آٹا جو ان چکیوں سے پیسا جائے تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھجوایا جائے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے ادب و احترام کے پیش نظر سب سے پہلا آٹا حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب وہ آٹا حضرت عائشہؓ کے گھر میں آیا تو حضرت عائشہؓ نے اس کے پُھلکے پکانے کے لئے کسی خادمہ کو کہا۔ اس وقت باریک آٹا مدینہ کے لوگوں کے لئے عجیب چیز تھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ گندم کے اندر سے اس قسم کا باریک آٹا نکل سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے گھر میں مدینہ کی عورتوں کا ہجوم ہو گیا۔ عورتیں پُھلکوں کو ہاتھوں میں لے کر ٹٹولتیں اور کہتیں کیسے نرم ہیں۔ آج ہمارے زمانہ میں تو باریک آٹا پیسنے کی بڑی بڑی مشینیں لگ گئی ہیں اس لئے ہم ان باتوں کا پوری طرف قیاس نہیں کر سکتے مگر ان کے لئے یہ نئی بات تھی۔ آخر حضرت عائشہؓ کے کھانے کا وقت آیا۔ حضرت عائشہؓ نے لقمہ توڑا اور منہ میں ڈالا مگر اسے نگل نہ سکیں۔ منہ میں ڈالتے ہی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ تمام عورتیں حیران تھیں کہ اتنا نرم آٹا ہے اور ان کے حلق میں پھنسا ہوا ہے اور اسے نگل نہیں سکتیں۔ انہوں نے کہا بی بی! یہ تو بڑا نرم آٹا ہے آپ کے گلے میں کیوں پھنس رہا ہے کیا بات ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ہاں گلے میں پھنس رہا ہے اس لئے کہ یہ لقمہ ڈالتے ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم رسول کریم ﷺ کو ان کی بڑھاپے کی عمر میں بھی پتھروں پر کوٹ کر آٹا نکال کر دیا کرتے تھے حالانکہ بڑھاپے میں انسان کے دانت کمزور ہو جاتے ہیں اور آج یہ ہوائی چکیاں رسول کریم ﷺ کی پیشگوئیوں اور آپؐ کی دعاؤں کے نتیجہ میں آئی ہیں۔ ہم ان سے پسے ہوئے باریک آٹے کی روٹیاں کھا رہے مگر رسول کریم ﷺ گزر چکے ہیں اس لئے یہ آٹا میرے گلے میں پھنستا ہے اس خیال سے کہ رسول کریم ﷺ کے طفیل ہمیں یہ نعمتیں ملیں لیکن آپؐ ان میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ ؎ تو وہی نرم آٹا جس کی حضرت عمرؓ نے قدر کی اور فرمایا کہ پہلا آٹا حضرت عائشہؓ کو بھیجا جائے، وہی نرم آٹا جس کی مدینہ کی عورتوں نے قدر کی اور اسے ٹٹولنے کے لئے اپنے گھروں سے چل کے گئیں، وہی نرم آٹا حضرت عائشہؓ کے گلے میں پھنس رہا تھا۔ ان عورتوں نے نرم میدے کو میدے کی صورت میں دیکھا مگر حضرت عائشہؓ نے اس میدے کو اس نظر سے دیکھا کہ جس کے حق کی چیز تھی وہ اس کے چلے

جانے کے بعد پہنچی ہے۔ ایک نقطہ نگاہ نے مدینے کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی مگر دوسرے نقطہ نگاہ نے حضرت عائشہؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری کر دیئے۔ یہی نقطہ نگاہ عید کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر قوم کے لئے کچھ خوشی کے دن ہوتے ہیں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے عید کا دن خوشی کا دن مقرر کیا ہے۵ لیکن آج ہمارے لئے بلکہ ہر مومن کے لئے وہ خوشی کا دن نہیں رہا۔ میں نے حضرت عائشہؓ کی مثال آپ لوگوں کو سنائی ہے جس طرح میدے کی روٹی نے حضرت عائشہؓ کے دل میں یہ خواہش پیدا کر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے ساتھ شریک ہوتے اسی طرح ہر شخص اپنے پیارے کو اپنی خوشی میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ ہم بچوں کو دیکھتے ہیں وہ عجیب مضحکہ خیز کھیلیں کھیلتے ہیں اور اپنے ابا اور اماں کو پکڑ پکڑ کر کھینچتے ہیں کہ وہ بھی ان کی کھیل میں شریک ہوں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کھیل بہت مزے کی چیز ہے۔ یا جب ماں باپ بچوں کو (Ju Ju Bes) جو جو بیز لا کر دیتے ہیں تو بچے اسے چاٹتے چاٹتے ماں کے پاس چلے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے اپنی ماں کی زبان پر بھی چھُوائیں اور ان کی ماں بھی ان کے اس مزے میں شریک ہو۔ بعض مائیں جو زیادہ نظافت پسند ہوتی ہیں وہ کراہت کرتی ہیں کہ بچے کے منہ سے نکلی ہوئی چیز اپنے منہ میں ڈالیں لیکن بعض مائیں بچوں کی محبت کی زیادتی کی وجہ سے نظافت کا خیال چھوڑ کر اپنی زبان باہر نکال دیتی ہیں تو بچہ اس پر مٹھائی رکھ دیتا ہے اور پھر بہت خوش ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ماں کو بھی اپنی مٹھائی میں شامل کر لیا۔ یہ تو ایک طبعی جذبہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آرام اور خوشی میں اپنے پیاروں کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اور وہ شامل نہ ہوں یا نہ ہو سکیں تو اسے تکلیف ہوتی ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

خاک ایسی زندگی پر ہم کہیں اور تم کہیں

یعنی گو میں زندہ تو ہوں لیکن چونکہ تم میری زندگی میں شریک نہیں اس لئے زندگی کا کوئی لطف نہیں۔ جب زندگی کے عام ایام میں اپنے محبوب کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے یہ حالت ہوتی ہے کہ زندگی بے کیف ہو جاتی ہے تو خوشی کے دنوں میں یا عید کے موقع پر کیوں بے چینی کی حالت پیدا نہ ہو۔ میں نے بیسیوں ماؤں کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر کھاتی بھی جاتی ہیں اور ساتھ آہیں بھی بھرتی جاتی ہیں۔ ان کے بچے کسی کالج میں پڑھتے ہیں یا کسی ملازمت میں ہوتے ہیں تو مائیں گھر بیٹھے کہتی رہتی ہیں، پتہ نہیں میرے بچے کو آج یہ چیز ملی ہے یا نہیں۔ وہ

معمولی معمولی چیز بھی کھائیں تو اس کے متعلق بھی یہ کہتی جائیں گی کہ پتہ نہیں میرے بچے کو یہ چیز ملی ہے یا نہیں۔ سویاں بھی بھلا کوئی بڑی چیز ہیں۔ معمولی معمولی آدمی بھی عید کے دن سویاں پکا لیتے ہیں لیکن مائیں سویاں کھاتی جاتی ہیں اور کہتی جاتی ہیں پتہ نہیں میرے بچے کو سویاں ملی ہیں یا نہیں۔ پتہ نہیں آج میرے بچے نے کیا کھایا ہو گا وہ اس معمولی سی چیز میں بھی اپنے بچے کو شریک کرنا چاہتی ہے۔ تو ایک سچا مومن جس کے دل میں رسول کریم ﷺ کا عشق اور آپؐ کی محبت ہو اس کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ اسے آرام اور راحت کی گھڑیوں میں رسول کریم ﷺ یاد نہ آئیں اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہو کہ آپؐ بھی اس کی خوشی میں اور اس کے آرام میں شریک ہوتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے احسانات ایسے نہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک ہی ختم ہو جائیں اور نہ ہی آپ کے احسانات ایسے ہیں کہ وہ صحابہ تک ہی محدود ہوں بلکہ آپ کے احسانات ہم پر بھی ویسے ہی ہیں جیسے صحابہؓ لہ پر تھے۔ بعض وجود ایسے ہوتے ہیں جو پہلی نسل کے باپ اور دوسری کے دادا اور تیسری کے پردادا بن جاتے ہیں لیکن بعض وجود ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشہ باپ ہی رہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود ایسا ہے جو دادا پڑدادا بن ہی نہیں سکتا بلکہ آپ ہمیشہ ہمیش کے لئے دنیا کے باپ ہیں کے اور وہ شخص جس کے دل میں سچا ایمان ہے وہ آپ کو اپنا باپ ہی سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت آپ کی ہر حالت کو نمایاں کر دیا ہے ایسا نمایاں کہ ہمیں اپنے گھر کے حالات معلوم نہ ہوں تو یہ ممکن ہے ہمیں اپنے بہن بھائیوں کے حالات کا علم نہ ہو تو یہ ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص قرآن و حدیث پڑھتا ہو اور اس پر آپؐ کے حالات مخفی ہوں۔ صحابہؓ نے رسول کریم ﷺ کی ہر حرکت کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ گویا آپ کے روحانی وجود کو ظاہر و باہر کر دیا ہے یعنی آپؐ کی کوئی چیز بھی لوگوں سے مخفی نہیں۔ آپؐ کا کھانا' آپؐ کا پینا' آپؐ کا بولنا' آپؐ کا سونا' آپؐ کا جاگنا' آپؐ کا چلنا' آپ کا بیٹھنا' آپؐ کا یتیموں اور غریبوں سے ہمدردی کرنا' آپ کا بیوگان کی خبر گیری کرنا' آپ کا فیصلے کرنا' آپؐ کا اپنوں سے سلوک' آپؐ کا بیگانوں سے سلوک' آپؐ کا بیویوں سے سلوک' آپؐ کا ہمسایوں سے سلوک الغرض کوئی چیز ایسی نہیں جو پردہ میں ہو آپؐ کا وجود دنیا کے سامنے ظاہر و باہر ہے اور دنیا کی نظروں سے کبھی بھی اوجھل نہیں ہو سکتا۔ پس آپؐ کا وجود دنیا کے لئے بطور باپ کے ہے اور انسان کی نظر سے اس کا باپ کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔ ہاں دادا پڑدادا کا وجود اوجھل ہو جاتا ہے

کیونکہ وہ احسانات جو اس کے دادا نے اس کے باپ پر کئے ہیں وہ اس کی نظر سے اوجھل ہوتے ہیں۔ ایسے ہی پڑدادا کا وجود بھی نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے پڑدادا نے جو احسانات اس کے دادا پر کئے تھے وہ پسِ پردہ جا چکے ہوتے ہیں ورنہ خون تو ایک ہی ہے۔ اگر پڑدادا نہ ہوتا تو دادا کا وجود دنیا میں کس طرح پیدا ہو سکتا تھا۔ اگر دادا نہ ہوتا تو اس کا باپ عالمِ وجود میں نہیں آ سکتا تھا۔ دادا نے ہی اس کے باپ کو کمائی کے قابل بنایا۔ دادا کے احسان کے بغیر اس کے ماں باپ اس پر احسان کر ہی نہیں سکتے تھے لیکن دادا اور پڑدادا کے احسانات پسِ پردہ چلے جانے کی وجہ سے اکثر لوگ دادا اور پڑدادا کو بھول جاتے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں سے ان کے پڑدادا کا نام پوچھا تو نوے فیصدی لوگوں نے یہ جواب دیا کہ ہمیں پتہ نہیں اور میرے خیال میں نوّے فیصدی سے زیادہ لوگ ایسے ہوں گے جو اپنے پڑدادا کے باپ کا نام نہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن رسول کریم ﷺ کا وجود ایسا ہے جو دادا' پڑدادا بن ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ کی شفقتیں' آپ کی مہربانیاں' آپ کے احسانات ایسے ہیں جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں اور آپ کی ذات کو ہماری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے اس لئے آپ ہمیشہ باپ کی حیثیت میں ہی رہیں گے۔ ایک بیٹا جب اپنے باپ کے لئے یہ انتہائی طور پر خواہش رکھتا ہے کہ اس کا باپ اس کی خوشی اور راحت میں شریک ہو تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک سچے مومن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہو کہ کاش آج محمد رسول اللہ ﷺ بھی اس کی خوشی میں شریک ہوتے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر سچا مومن تمام خوشیوں اور راحتوں کے وقت اپنے اندر ایک شدید خواہش پاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی میری ان خوشیوں اور راحتوں میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ جو مٹھائیاں والدین اپنے بچے کو لا کر دیتے ہیں وہ ان میں اپنے والدین کو شامل کرنا چاہتا ہے۔ یا جب کھیلتا ہے تو اپنی کھیلوں میں اپنے ماں باپ کو شامل کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ فطرت سے مجبور ہوتا ہے لیکن جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کی خواہش میں معقولیت کا رنگ آنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ ان باتوں میں اپنے ماں باپ کو شریک کرنا چاہتا ہے جو ان کے مناسب حال ہوتی ہیں۔ تو کیا کوئی عقلمند مسلمان اس بات سے مطمئن ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ سویاں کھانے یا چائے پینے میں شریک ہوں' کیا کسی عقلمند مسلمان کا دل اس بات سے تسلّی پا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوں اور میں ایک ٹوسٹ پر مکھن لگا کر آپ

کو دوں یا پراٹھا آپؐ کو کھلاؤں یا انڈے ابال کر آپؐ کو دوں یا پڈنگ (Pudding) یا پارج (Porridge) یا اور جو چیزیں آسودہ حال گھروں میں پکتی ہیں' آپؐ کے سامنے رکھوں' کیا کوئی عقلمند انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ان چیزوں میں شریک ہو جائیں گے۔ ان چیزوں میں تو وہ شامل ہو گا جسے ان کی قدر ہو گی مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی زندگی میں ہی یہ سب چیزیں غیروں کو دے دیں۔ جب مکہ فتح ہوا تو کتنا دردناک فقرہ ہے جو آپؐ نے کہا۔ اس فقرہ سے اس قربانی کا پتہ لگتا ہے جو آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے کی۔ مکہ فتح ہوا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ کہاں ٹھہریں گے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کیا ہمارے رشتہ داروں نے کوئی مکان ہمارے لئے باقی چھوڑا ہے کہ اس میں ٹھہریں۔ ۸؎ انسان جب اپنے وطن میں جاتا ہے تو اس کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ان گھروں میں ٹھہرے جہاں اس نے بچپن گزارا ہے ان مکانوں میں ٹھہرے جن کے آگے کی گلیوں میں وہ سارا دن اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا' ان کمروں میں بیٹھے جہاں اس کے نوجوان دوست اس کے ساتھ بیٹھ کر خوش طبعی کیا کرتے تھے' ان کمروں کو دیکھے جن میں اس کے ماں باپ' چچا چچی یا دوسرے رشتہ دار اس کے سر پر محبت و شفقت کا ہاتھ پھیرا کرتے تھے' پھر تم اس شخص کے متعلق قیاس کرو جس کو اس کے شہر سے نکال دیا گیا ہو اور اس کے متعلق یہ اعلان کر دیا گیا ہو کہ وہ آؤٹ لاء (Out-Law) ہے اور اسے اجازت نہیں کہ وہ آئندہ کبھی اس شہر میں داخل ہو اور اسے اس کے مکانوں سے اور اس کی جائیداد سے کُلّی طور پر محروم کر دیا گیا ہو اور ان سارے جذبات کے پورا کرنے سے جو انسان کے دل میں وطن میں آکر پیدا ہوتے ہیں قانوناً روک دیا گیا ہو' اسے ان جگہوں پر ٹھہرنے سے روکا گیا ہو جہاں اس کی ماں کا محبت بھرا ہاتھ اس کے سر پر پھرا کرتا تھا اور جہاں وہ اپنے دادا کی گود میں بیٹھا کرتا تھا اور اس کے متعلق یہ اعلان کر دیا گیا ہو کہ اب وہ ان کمروں میں نہیں ٹھہر سکتا جہاں اس کی قربانی کرنے والی بیوی خدیجہؓ ۹؎ رہا کرتی تھی' جہاں اس کے بچے پیدا ہوئے اور جہاں اس کے پاس دوستوں کا جمگھٹا رہا کرتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات پیدا کر دیئے اور وہ ایک فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوا۔ کتنی شدید خواہش ہو گی جو اس کے دل میں پیدا ہوتی ہو گی کہ آج میں ان گھروں میں جاؤں اور ان میں ٹھہروں۔ عام حالات میں یہ خواہش کتنی شدید ہوتی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ جیسے محبت کرنے والے انسان کے دل میں تو یہ خواہش اور بھی زیادہ شدت

کے ساتھ پیدا ہوتی ہوگی۔ آپؐ کو بھی اپنا شہر پیارا تھا۔[۱] آپؐ کو بھی اپنی والدہ پیاری تھی،
آپؐ کو بھی اپنی بیوی پیاری تھی مگر آپؐ ان جگہوں کو دیکھ نہیں سکتے تھے جہاں آپؐ ان سے
پیار کی باتیں کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انبیاء ان جذبات سے جو دوسرے
لوگوں میں ہوتے ہیں عاری ہوتے ہیں ان کا یہ خیال حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ انبیاء کے
جذبات ہم سے زیادہ لطیف ہوتے ہیں اور وہ ہم سے بہت زیادہ احساس کا مادہ اپنے اندر رکھتے
ہیں بلکہ ان کے جذبات اور زیادہ ابھر آتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق احادیث میں
آتا ہے کہ آپ فتح مکہ کے موقع پر اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور اتنی لمبی دعا کی کہ
صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے آپؐ کو اتنی لمبی دعا کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر کہتے ہیں۔ **بَکٰی بُکَاءً
شَدِیْدًا وَ بَکٰی** کہ آپ اتنا روئے کہ ہم نے کبھی آپ کو اتنا روتے نہیں دیکھا۔ پھر وہ صحابیؓ
کہتے ہیں کہ سارے صحابہؓ بھی رونے لگ گئے اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں سے
آنسو نہ جاری ہوں حالانکہ جو جذبات رسول کریم ﷺ کے تھے وہ صحابہؓ کے نہیں ہو سکتے
کیونکہ آپؐ کی والدہ کی قبر تھی لیکن آپؐ اس شدت سے روئے کہ صحابہؓ پر بھی آپؐ کے
رونے کا اثر ہو گیا اور وہ بھی رونے لگ گئے۔[۲] پس نہیں کہہ سکتے کہ رسول کریم ﷺ کے
جذبات ہماری طرح کے نہ تھے۔ آپ کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی ہوگی جب صحابہ نے
پوچھا یا رسول اللہ! آپ کہاں ٹھہریں گے۔ آپ نے فرمایا کیا ہمارے رشتہ داروں نے ہمارے
لئے کوئی مکان چھوڑا ہے کہ ہم اس میں ٹھہریں۔ نہ صرف مکہ والوں نے آپ کو مکہ سے نکالا
بلکہ آپ کے رشتہ داروں نے وہ مکان توڑ پھوڑ ڈالے اور انہیں فروخت کر دیا اور اس
تھوڑی سی لذت سے بھی محروم کر دیا جو انسان اپنے ہمجولیوں سے محروم ہو کر اپنے مکانوں اور
اپنے رہنے کے کمروں کو دیکھ کر اٹھا سکتا ہے۔ پس رسول کریم ﷺ نے اپنی چیزیں بھی چھوڑ
دی تھیں تو ہمارا یہ خواہش کرنا کہ آپ ہماری چائے میں شامل ہوں یا ہمارے کیکوں میں شامل
ہوں، بچپن کی خواہش ہوگی۔ آپ ان عیدوں میں تو ہمارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے لیکن
اگر ہم اسلام کے لئے حقیقی عید پیدا کر دیں اور اسلام کی حکومت ظاہر و باطن پر قائم کر دیں تو یہ
وہ عید ہے کہ جس میں آپؐ ہمارے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عیدیں اس
لئے آتی ہیں تاکہ مومنوں کو ان سے بڑی عیدوں کی طرف متوجہ کریں۔ جیسے اللہ تعالیٰ اس دنیا
میں بھی بندوں کو نعمتیں دیتا ہے اس لئے کہ تا ان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اگلے جہان

میں اس سے بڑی نعمتیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف لانے کی غرض یہ تھی کہ اس تعلیم اور اس شریعت کو جو رسول کریم ﷺ لائے دلوں اور جسموں پر قائم کیا جائے۔ ۲؎ دلوں پر قائم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان اپنے آپ کو سچا مسلمان بنائیں۔ جب تک مسلمان سچے طور پر اسلام کے لئے قربانیاں نہیں کرتے' جب تک رسول کریم ﷺ کی تعلیم دنیا میں قائم نہیں کرتے' جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت میں محو نہیں ہو جاتے' جب تک بنی نوع انسان کی خدمت میں لگ نہیں جاتے' جب تک غریبوں پر رحم نہیں کھاتے' جب تک اپنی خوشی میں تمام بھائیوں کو شریک نہیں کرتے اس وقت تک وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے عید نہیں لا سکتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ تو اسی عید میں شامل ہوں گے جس میں سب لوگوں کے دکھ اور درد دُور کئے جائیں اور دنیا امن اور چین کا سانس لے آپ کے دل میں وہ درد تھا کہ آپ کسی کا درد نہ دیکھ سکتے تھے۔ ۳؎ ایک جنگ کے بعد مدینے کے کئی گھروں سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں لیکن ایک گھر سے جس کے رشتہ دار مدینے میں نہ تھے رونے کی آواز بلند نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا فلاں شخص کے گھر میں رونے والا کوئی نہیں۔ یہ نہیں کہ آپ رونے کو پسند کرتے تھے بلکہ یہ امتیاز آپ پر گراں گزرا کہ باقی شہیدوں کے رشتہ دار انہیں روئیں لیکن اس ایک شہید کو رونے والا کوئی نہ ہو حالانکہ آپ رونے سے منع فرماتے تھے۔ رونے سے قوم کی بہادری کی روح ماری جاتی ہے اور قوم بزدل ہو جاتی ہے۔ مگر اس فقرہ سے آپؐ کا یہ جذبہ نمایاں طور پر ظاہر ہو گیا کہ آپ اس فرق کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ دنیا میں صحابہؓ کے عشق کی مثال بھی نہیں ملتی۔ صحابہؓ یہ فقرہ سنتے ہی اپنے گھروں کو دوڑے اور گھر جا کر اپنی بیویوں' بہنوں اور رشتہ داروں سے کہا۔ کم بختو! تم اپنے مردوں کو رو رہی ہو رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ فلاں گھر میں رونے والا کوئی نہیں۔ ان عورتوں کا اخلاص بھی کس قدر بڑھا ہوا تھا بہن نے بھائی کو رونا چھوڑ دیا' بیٹی نے باپ کو رونا چھوڑ دیا' ماں نے بیٹے کو رونا چھوڑ دیا سب نے اپنی چادریں سنبھالیں اور اس کے گھر میں جمع ہو گئیں جس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے گھر میں رونے والا کوئی نہیں وہاں پہنچ کر سب عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ ان کے رونے سے مدینے میں ایک کہرام مچ گیا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ شور سن کر پوچھا یہ کیا ہو گیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! فلاں گھر میں عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو منع کرو۔ میں نے تو افسوس کا اظہار کیا تھا۔

یہ سنتے ہی ایک صحابی دوڑا دوڑا گیا اور کہا رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں چپ کرو۔ مگران کے دلوں کو ٹھیس لگ چکی تھی اور وہ محسوس کر چکی تھیں کہ رسول کریم ﷺ کے دل کو ٹھیس لگی ہے اس لئے اب وہ رسول کریم ﷺ کی خاطر رو رہی تھیں باوجود منع کرنے کے وہ باز نہ آئیں۔ وہ صحابی پھر رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ان کو منع کیا ہے لیکن وہ باز نہیں آتیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ **اُحْثُوا التُّرَابَ عَلٰی وُجُوْهِهِنَّ** کہ ان کے منہ پر مٹی ڈالو۔ جیسے ہم پنجابی میں کہتے ہیں۔ کھہ کھان۔ مطلب یہ تھا کہ ان کو چھوڑ دے۔ مگر معلوم ہوتا ہے وہ صحابیؓ اتنا سمجھدار نہ تھا۔ اس نے مٹی کی جھولی بھرلی اور عورتوں کے منہ پر ڈالنے کے لئے چل پڑا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ڈانٹا کہ رسول کریم ﷺ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم ان کے منہ پر مٹی ڈالو[۱] بلکہ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ ان کو چھوڑ دے وہ خود بخود خاموش ہو جائیں گی۔ تو اس رنگ میں رسول کریم ﷺ دوسروں کے جذبات میں شریک ہوتے تھے۔ اگر ہم آپؐ کے جذبات میں شریک ہو جائیں تو آپؐ ضرور ہماری عیدوں اور ہماری خوشیوں میں شریک ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بعض لوگوں سے پوچھے گا کہ میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا' میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا' میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا' میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہ کی۔ وہ کہیں گے اے اللہ! تو کس طرح بھوکا پیاسا ہو سکتا ہے۔ بھوکا پیاسا ہونا' ننگا ہونا یا بیمار ہونا' یہ سب باتیں تو انسان سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندوں میں سے ایک ادنیٰ بندہ بھوکا تھا تم نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ اسے بھوکا نہیں رکھا بلکہ مجھے ہی بھوکا رکھا میرے بندوں میں سے ایک ادنیٰ بندہ پیاسا تھا تم نے اسے پانی نہ پلایا۔ تم نے اسے پیاسا نہیں رکھا بلکہ مجھے ہی پیاسا رکھا۔ میرے بندوں میں سے ایک ادنیٰ بندہ ننگا تھا تم نے اسے کپڑا نہ پہنایا۔ تم نے اسے ننگا نہیں رکھا بلکہ مجھے ہی ننگا رکھا۔ میرے بندوں میں سے ایک ادنیٰ بندہ بیمار تھا۔ تم نے اس کی عیادت نہ کی۔ وہ بیمار نہ تھا بلکہ میں ہی بیمار تھا تم نے میری عیادت نہ کی۔ پھر کچھ بندے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا اے میرے بندو! جاؤ جنت میں کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا' میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا' میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا' میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی' وہ استغفار کریں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ! تیری ذات تو ان تمام باتوں سے پاک ہے ہماری کیا ہستی ہے کہ ہم تجھے کِھلائیں پِلائیں تُو ہم سب کا رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

جب میرا ایک غریب بندہ بھوکا تھا تم نے اسے کھانا کھلایا' جب میرا ایک غریب بندہ پیاسا تھا تم نے اسے پانی پلایا' تم نے اسے نہیں پلایا بلکہ مجھے ہی پلایا' جب میرا ایک غریب بندہ ننگا تھا تم نے اسے کپڑا پہنایا تم نے اسے نہیں پہنایا بلکہ مجھے ہی پہنایا' جب ایک غریب بندہ بیمار تھا تم نے اس کی عیادت کی تم نے اس کی عیادت نہیں کی بلکہ میری عیادت کی۔ [۵] اسی طرح قیامت کے دن جب امت کے لوگ رسول کریم ﷺ کے پاس جاویں گے تو وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی خاطر قربانیاں کی ہونگی اور مسلمانوں کو سچا مسلمان اور غیر مسلموں کو مسلمان بنایا ہوگا آپؐ ان کو فرمائیں گے تمہاری عید مبارک کا شکریہ میں بھی تمہاری عیدوں میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عیدوں میں برکت دے میں تم سے خوش ہوں۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی خوشی کو مقدم رکھا اپنے نفس کی اصلاح نہ کی اور اسلام کے احکام کو جاری کرنے کی کوشش نہ کی ان سے رسول کریم ﷺ فرمائیں گے تم نے بہت سی عیدیں کیں لیکن تم نے اپنی عیدوں میں مجھے شامل نہ کیا اور نہ تمہارے دل میں مجھے اپنی عیدوں میں شریک کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ تمہارے دل میں یہ خواہش تو پیدا ہوئی کہ تمہاری عیدوں اور تمہاری خوشیوں میں تمہارے ماں باپ' تمہارے بہن بھائی' تمہارے بچے شریک ہوں لیکن میں جو تمہارے باپوں سے زیادہ شفیق اور تمہارے بہن بھائیوں اور بیٹوں سے زیادہ محبت کرنے والا تھا تم نے مجھے اپنی خوشیوں میں شریک نہ کیا۔ رسول کریم ﷺ کی عید چائے اور ٹوسٹ سے نہیں ہو سکتی۔ آپؐ کی عید تو تبھی ہو سکتی ہے کہ اسلام کو دلوں میں قائم کیا جائے اور آپؐ کے مشن کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلایا جائے اور تمام دنیا کو آپؐ کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے جب تک اس حقیقی عید کو قائم نہیں کیا جاتا آپؐ کی روح خوش نہیں ہو سکتی۔ بدقسمت ہے وہ انسان جو ایسے محسن کے پاس جائے اور بجائے خوشی اور بشاشت کے اس کے چہرہ پر رنج اور ناراضگی کے آثار پائے۔ اگر ہم نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد ایک زندگی ہم کو ملنی ہے اور رسول کریم ﷺ سے ہماری ملاقات ہونی ہے تو اس ملاقات کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہئے تاکہ رسول کریم ﷺ ملاقات کے وقت ناراضگی کا اظہار نہ کریں بلکہ خوشی کا اظہار کریں۔ کتنے مسلمان ہیں جو معمولی معمولی باتوں پر لٹھ لے کر چل پڑتے ہیں اور اسلام کے لئے بہت جوش دکھاتے ہیں مگر کیا ان کی زندگیوں میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے پتہ لگے کہ وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھتے ہیں' کیا وہ باقاعدہ طور پر ہر روز پانچ نمازیں پڑھتے ہیں' کیا صحیح طور پر روزے رکھتے ہیں' یا تیں دن کا فاقہ

کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے روزے رکھ لئے۔ جب تک روزے کے ساتھ اس کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھا جائے اس وقت تک روزہ روزہ نہیں بلکہ ایک فاقہ ہے۔ کیا آج مسلمان رسول کریم ﷺ کے دین کی اشاعت کے لئے کوشش کرتے ہیں؟ کیا وہ رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کو پڑھتے ہیں؟ حضرت خلیفہ اول عورتوں کے درس میں فرمایا کرتے تھے اگر تم میں سے کسی کو کسی رشتہ دار کا خط آجائے اور وہ خود پڑھ نہ سکتی ہو تو جب تک اس خط کو سات جگہ پڑھا نہ لے اس کی تسلی نہیں ہوتی لیکن خدا کا خط مسلمانوں کے نام آیا ہے کیا وہ اس کے ایک دفعہ پڑھنے کے لئے کوشش کرتے ہیں کیا آج مسلمان اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں آج جتنا روپیہ مسلم لیگ[۶] پر خرچ ہوتا ہے کیا اس کا کروڑواں حصہ بھی اسلام کی اشاعت کے لئے خرچ ہوتا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ مسلمان رسول کریم ﷺ کی ملاقات کے لئے جائیں اور آپؐ ان سے خوش ہوں کیونکہ ہر عید اور ہر خوشی انہوں نے اپنے لئے پیدا کی اور رسول کریم ﷺ کو اس میں شریک نہ کیا تو پھر وہ رسول کریم ﷺ کی خوشیوں میں کس طرح شریک ہو سکتے ہیں۔ چھوٹے بچے ایک دوسرے سے کہا کرتے ہیں تُو میری مٹھائی کھا لے میں تیری کھا لیتا ہوں مگر تعجب ہے جس نکتہ کو بچہ سمجھتا ہے بڑے نہیں سمجھتے۔ جو لوگ رسول کریم ﷺ کو اپنی خوشیوں میں شریک نہیں کرتے وہ کس طرح خیال کرتے ہیں آپؐ ان کو اپنی خوشیوں میں شریک کریں گے۔

پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھے اور آپؐ کے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہے۔ دنیا میں توحید کو قائم کرے، اسلام کی ترقی کے لئے دن رات کوشش کرے۔ اگر ہم یہ کام کر لیں تو یقیناً رسول کریم ﷺ ہماری عیدوں میں شریک ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسلام کے احکام پر پوری طرح عمل کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا اپنا حقیقی مقصد قرار دے لیں۔ تاکہ ہماری زندگیاں رسول کریم ﷺ کے لئے عید پیدا کرنے میں لگ جائیں اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں پیدا فرمایا ہے۔ اٰمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ

(الفضل ۲۰۔ ستمبر ۱۹۴۵ء)

---

[۱] عبداللہ السفاح (ولادت کا معلوم نہیں) ۱۳۶ھ۔ ۷۵۴ء نے ۱۳۲ھ / ۷۴۹ء میں بغداد

کو پایۂ تخت بنا کر بنو عباس کی حکومت قائم کی جو پانسو سال بعد ۶۵۱ھ/۱۲۵۸ء میں آخری عباسی تاجدار معتصم کی تاتاریوں کے ہاتھوں شکست کے ساتھ ختم ہو گئی۔

۲؎

۳؎ تذکرۃ الاولیا اردو صفحہ ۱۸۸ و سیرت النعمان از شبلی جلد ۱ صفحہ ۴۷-۴۸

۴؎ ترمذی ابواب الزہد باب معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ

۵؎ صحیح بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام

۶؎ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم..... واخرین منھم لما یلحقوابھم یعنی ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہؓ کے اور بھی ہیں...... اور جیسی نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کی تربیت فرمائی ایسا ہی......... اس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائیں گے........ اور آنحضرت ﷺ کا فیضان ان میں جاری و ساری ہو گا۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۰۹-۲۱۰)

۷؎ الاحزاب:۷ و تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۳

۸؎ صحیح بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی الرأیۃ یوم الفتح

۹؎ ام المومنین خدیجہؓ بنت خویلد۔ بنو عبد العزّٰی ۳ ق ھ-۶۱۹ء

۱۰؎ صحیح بخاری کتاب الھجرۃ باب ما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ

۱۱؎ صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فضل فی الذھاب الی زیارۃ القبور۔ صحیح مسلم کتاب الجنائز باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارۃ قبرامہ

۱۲؎ تحفہ قیصریہ صفحہ ۱، ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۹۵ و تذکرہ صفحہ ۶۲۷

۱۳؎ الشعرآء:۴ الکھف:۷۔ تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۲۱۱

۱۴؎ یہ واقعہ غالباً دو علیحدہ علیحدہ واقعات پر مشتمل ہے۔ پہلا واقعہ غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کی شہادت کے واقعات میں بیان ہوا ہے۔ (سیرت الامام ابن ہشام الجزء الثانی صفحہ ۹۲)

دوسرا واقعہ غزوہ موتہ میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی شہادت کے ضمن میں بیان

ہوا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ موتہ من ارض شام) و صحیح بخاری کتاب الجنائز باب من جلس عندالمصیبة یعرف فیه الحزن۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

۱۵۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل عیادة المریض۔

۱۶۔ مسلمانانِ برِّصغیر کی سیاسی جماعت جس نے قائد اعظم محمد علی جناح کی زیرِ قیادت مسلمانوں کے لئے ایک آزاد علیحدہ مملکت پاکستان کے قیام کے لئے کامیاب جدوجہد کی۔